معیارِ تحقیق

اُردو تراجم القرآن کے اسالیب

پروفیسر دلاور خاں

ڈاکٹر معین الدین عقیل کی زیرِ نگرانی

ڈاکٹر روبینہ سرور

کے پی ایچ ڈی مقالہ

اُردو تراجم القرآن کے اسالیب

(منتخب اور نمائندہ تراجم کا تحقیقی و تجزیاتی جائزہ)

کا

معیارِ تحقیق

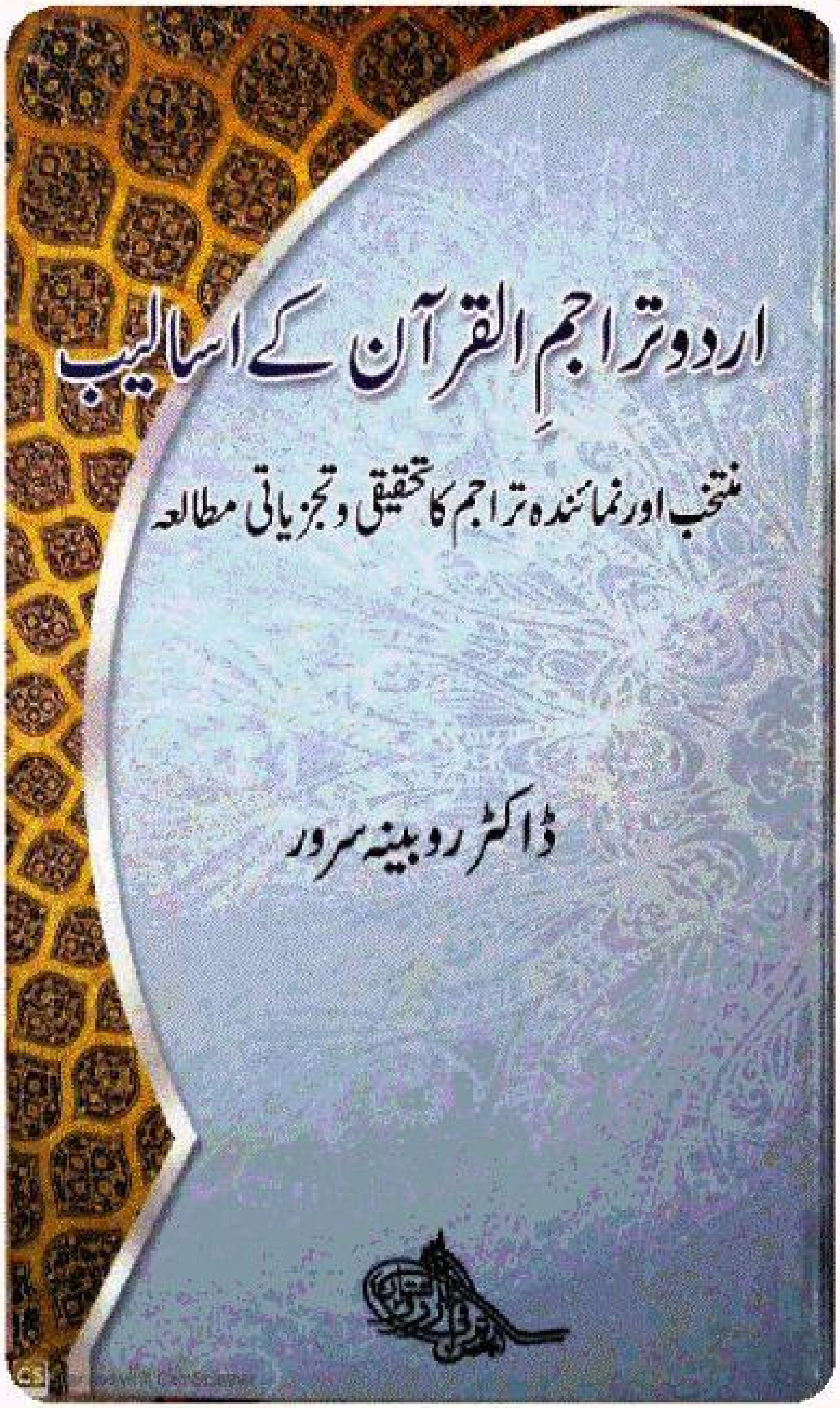

معیارِ تحقیق: اردو تراجمِ القرآن کے اسالیب

پروفیسر دلاور خاں

ڈاکٹر روبینہ سرور صاحبہ، ڈی ایچ اے کالج برائے خواتین کراچی میں عرصہ دراز سے تدریس اردو کا فریضہ انجام دے رہی ہیں اور صدر شعبہ اردو بھی ہیں۔ آپ نے پروفیسر ڈاکٹر معین الدین عقیل کی زیرِ نگرانی "اردو تراجم القرآن کے اسالیب: منتخب اور نمائندہ تراجم تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ" کے عنوان پر اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ مکمل کیا ہے۔ جسے انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی نے ۲۰۱۶ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۶۲ ہے۔ جس کی تبویب کچھ اس طرح ہے:

باب اول: برعظیم میں تراجم قرآن کا آغاز اور پس منظر۔
باب دوم: بیسویں صدی میں اردو تراجم قرآن کی روایت
باب سوم: سرسید کی تحریک ترجمہ قرآن اور اس کے اثرات۔
باب چہارم: چند منتخب تراجم و تفسیر۔
باب پنجم: چند منتخب متاخرین تراجم و تفاسیر۔
باب ششم: اردو زبان کا ارتقا اور قرآنی تراجم۔
باب ہفتم: ماحصل

کتابیات

ہم زیرِ نظر مقالے کی فصل "مولانا احمد رضا بریلوی: کنز الایمان۔ ترجمہ و تفسیر" کے معیارِ تحقیق کے مثبت اور منفی پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہیں۔ تحقیقی تقاضا یہی ہے کہ پہلے اس فصل کے مثبت پہلوؤں کا جائزہ لے لیا جائے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر روبینہ مختلف مصادر کی روشنی میں مولانا احمد رضا خاں کا تعارف کراتے ہوئے لکھتی ہیں:

"چودھویں صدی ہجری کی بلند پایہ علمی و مذہبی شخصیات کی مختصر فہرست مرتب کی جائے تو صوبہ متحدہ جات بریلوی (درست بریلی ہے) میں ۱۰ ارشوال ۱۲۷۲ھ،۱۸۵۶ء کو علمی گھرانے میں جنم لینے والے "احمد رضا" کا نام یقیناً اس فہرست میں شامل ہوگا۔ اپنے گھرانے کے اثرات کی وجہ سے آپ نوعمری میں ہی فنون عربیہ اور علوم دینیہ کے ماہر کے طور پر مشہور تھے۔ آپ بلند پایہ فقیہہ، متبحر عالم، بہترین نعت گو، صاحب شریعت و صاحب طریقت بزرگ تھے۔ متعدد علوم پر دسترس رکھتے تھے اور ہر فن سے متعلق کوئی نہ کوئی یادگار تصنیف ضرور چھوڑی ہے۔ علوم قرآن، ترجمہ و تفسیر، اصول حدیث فقہ، جدل عقائد کلام، صرف و نحو، معانی و بیان، بدیع منطق، فلسفہ، تکسیر ہیئت، ریاضیات، ہندسہ، جبر و مقابلہ، تجوید و سلوک، عروض و قوافی، نجوم، اسماء الرجال غرض کہ متنوع موضوعات پر پانچ سو سے زائد تصانیفات چھوڑی ہیں۔ عشق نبی ﷺ، احمد رضا کی تمام تصانیف میں نمایاں ہے جب (نہیں حب ہے) رسول، ترجمہ قرآن ہو یا تشریح کی احادیث، فقہ کی باریک بینی ہو یا شریعت و طریقت کی بحث اور یا پھر نعتیہ شاعری ہر جگہ نمایاں ہے، خاص کر اُن کی شاعری کا مجموعہ "حدائق بخشش" کا ایک ایک لفظ عشق محمدی سے سرشار ہے۔(۱)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی شخصیت کا ایک نمایاں پہلو آپ کا فقہی علوم پر دسترس ہے۔ آپ میں استدلال اور استنباط کا ملکہ موجود تھا اس کا ثبوت آپ کے فتووں کا مجموعہ ہے جس سے متعلق علامہ اقبال نے ارشاد فرمایا تھا کہ: "اگر مولانا میں شدت نہ ہوتی تو وہ اپنے زمانے کے امام ابوحنیفہ ہوتے" مولانا احمد رضا خاں بریلوی برعظیم کے مسلمانوں کی بہتری کے لیے خلوص سے کوشاں رہے اپنی سیاسی بصیرت کی وجہ سے وہ بہت پہلے اپنی تقریروں اور تحریروں میں دوقومی نظریے کی جانب اشارہ کر چکے تھے اپنی ایک عربی تصنیف میں انہوں نے وضاحت سے کہہ دیا تھا کہ: "ترک موالات کے ساتھ ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ غیر شرعی ہے" مولانا قیام پاکستان تک زندہ نہیں رہے لیکن وہ اپنے ہم خیال علماء کو تیار کر گئے کہ جنھوں نے برعظیم کی سیاسی تاریخ پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ ۱۳۳۰ھ میں مولانا احمد رضا بریلوی اور مولانا حسرت دہلوی کے تراجم منصۂ شہود پر آئے پھر بارہ جلدوں پر مشتمل "فتاویٰ رضویہ" مولانا احمد رضا خاں نے عالم اسلام کو عطا کیے۔ فتاویٰ رضویہ ہزاروں صفحات پر مشتمل ہے۔ آپ کے پاس ساری دنیا سے سائلین کے تحریری سوالات آتے تھے۔ سابق جج وفاقی شرعی عدالت، جسٹس سید شجاعت علی قادری نے فتاویٰ رضویہ کی موجودہ دور میں اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے کہا کہ ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مولانا احمد رضا بریلوی منحرفین کے تعاقب میں رہتے تھے آپ اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ ڈاکٹر ضیاء الدین جو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر اور ماہر ریاضیات تھے ان کے سامنے مولانا نے ریاضی کے پیچیدہ مسائل حل کر کے دکھائے۔(۲)

مولانا احمد رضا خاں قرآن میں غیر معمولی بصیرت رکھتے تھے آپ کا شمار عالم اسلام کے خاص الخاص علماء میں ہوتا ہے۔ مولانا نے برسوں قرآن پر تفکر کیا۔ ان کا ترجمہ برسوں کی فکر کا نچوڑ ہے۔ اس ترجمے کی بڑی خوبی یہ ہے کہ ترجمہ لفظی بھی ہے اور بامحاورہ بھی۔ لفظ اور محاورے کے حسین امتزاج نے ترجمے کی افادیت میں کئی گنا اضافہ کر دیا۔(۳)

ڈاکٹر صاحبہ لکھتی ہیں:

"مجھ ناچیز نے اس موضوع پر لکھے جانے والے تقریباً تمام مقالوں کا مطالعہ کیا اور کوشش کی کہ ادب کے طالب علموں کے لئے جامع معلومات اختصار کے ساتھ پیش کر سکوں" (۴) "اردو تراجم قرآن کے اسالیب: منتخب اور نمائندہ تراجم کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ" میں حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ تمام معلومات صحت اور درستگی کے ساتھ طالبین ادب تک پہنچائی جائیں(۵) اس بیان میں یہ دعوے کیے گئے ہیں:

(الف) متعلقہ موضوع پر انہوں نے تمام مقالاجات کا بھرپور مطالعہ کیا ہے۔

(ب) معلومات جامع اور اختصار کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔

(ج) تمام معلومات صحت اور درستگی کے ساتھ پہنچائی جائیں گی۔

ڈاکٹر روبینہ صاحبہ کے ان دعووں کی صداقت جانچنے کے لیے مقالے کی فصل "مولانا احمد رضا بریلوی: کنزالایمان۔ ترجمہ و تفسیر" کا بہ طور نمونہ مطالعہ کرتے ہیں جو اڑھائی صفحات پر مشتمل ہے۔ جب کہ پورا مقالہ زیر بحث نہیں۔

بہتر معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مقالے کے عنوان "اردو تراجم القرآن کے اسالیب" کی صحت اور درستگی پر ایک نظر ڈال لی جائے: اگر فارسی ترکیب میں لکھنا ہو تو اس طرح لکھا جائے گا "تراجمِ قرآن" یعنی میم کے نیچے "زیر" ہو گی اور اگر عربی ترکیب میں لکھنا ہو تو اس طرح لکھا جائے گا "تراجم القرآن" جب کہ مقالے کے عنوان میں اس طرح لکھا "تراجمِ القرآن" یعنی میم پر زیر ہے۔ جو نہ فارسی ترکیب کے لحاظ سے درست ہے اور نہ ہی عربی ترکیب کے لحاظ سے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ درست "املا" کے لحاظ سے طالبین ادب کو، جو معلومات فراہم کی گئی ہے وہ درست نہیں۔

عنوان کا کلیدی تصور "اسالیب" ہے کیا اس سے اردو نثر نگاری کے جدید اسالیب مراد ہیں یا قدیم اور وہ کون کون سے اسالیب ہیں جسے مرکز مان کر موصوفہ نے تراجم کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ کیا ہے۔ اس کا دوسرا پہلو یہ ہو سکتا ہے۔ قرآنی متن کا اپنا اسلوب ہے کیا ڈاکٹر صاحبہ ان اسالیب کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ کرنا چاہتی ہیں کہ وہ کون کون سے مترجمین ہیں جنھوں نے قرآنی اسالیب کو اپنے اردو تراجم میں سمونے کی کوشش کی ہے۔ اسالیب کا نہ کوئی معیار متعین ہے اور نہ ہی اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ اردو تراجم کے زمانے کا تعین نہیں جس سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ جب سے اردو میں قرآن کا پہلا ترجمہ معرض وجود میں آیا ہے اس وقت سے لے کر محترمہ کے تھیسس کی تاریخ رجسٹریشن تک، جتنے بھی تراجم ہوئے ہیں ان سب کا احاطہ مقالے میں کیا گیا ہے جو کہ نہ ممکن ہے۔

تحقیقی اصول کے اعتبار سے ایک خاص زمانے کا تعین کیا جانا چاہیے تھا۔ اسی طرح عنوان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ دنیا کے کسی بھی ایک خطے میں جہاں قرآن کے اردو تراجم ہوئے ہیں وہ تمام کے تمام شامل ہیں۔ جب کہ ایسا ممکن نہیں۔ اصولی طور علاقائی حدود کا متعین کیا جانا ضروری تھا۔ دوسرے الفاظ میں زمان و مکان کی حدود کا تعین نہیں کیا گیا۔ نمائندہ تراجم کی بھی وضاحت نہیں کی گئی کہ کس کے نمائندہ تراجم ہیں۔ کیا جدید نثر نگاری کے نمائندہ تراجم ہیں یا قدیم نثر نگاری کے۔ کسی خاص علاقے کے نمائندہ ہیں، کسی خاص زمانے کے یا اردو ادب کے کسی معروف دبستان کے، یا سنی مکتبہ فکر کے نمائندہ ہیں یا شیعہ مکتبہ فکر کے۔ اس پہلو

کی وضاحت نہایت ضروری تھی مگر ایسا نہیں کیا گیا۔

تحقیق ایک معروضی عمل ہے جس میں اپنی پسند و ناپسند کی کوئی گنجائش نہیں۔ علمی و تحقیقی اعتبار سے منتخب اور نمائندہ تراجم کا معیار کیا ہے، اس کی وضاحت مفقود ہے جب کہ اس مقالے میں پوری تحقیق "اسالیب اور نمائندہ تراجم" کے تصور کے گرد گھومتی ہے۔ مقالے کا عنوان "اردو تراجم القرآن کے اسالیب" تک محدود ہے لیکن جب ابواب کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو اس میں تفاسیر کا مطالعہ بھی شامل کر لیا گیا ہے جو اصول تحقیق کے خلاف ہے۔

اس تناظر میں باب چہارم پر ایک نظر ڈالتے ہیں "چند منتخب تراجم و تفسیر" اسی طرح باب پنجم "چند متاخر تراجم و تفاسیر" پس معلوم ہوا محققہ اور نگران نے صرف عنوان کے تعین میں کتنے سارے اصول تحقیق سے انحراف برتا ہے۔ جب عنوان ہی اتنا غیر معیاری اور غیر تحقیقی ہے تو یہ اندازہ لگانا آسان رہے گا کہ پورے مقالے میں کتنے تحقیقی انحرافات پائے جائیں گے۔

املا کی اغلاط:

اس اڑھائی اوراقی فصل کے مطالعہ کے دوران کئی املا کی اغلاط بھی نظر سے گزریں: جو درج ذیل ہیں۔

اغلاط املا	صحیح
غرض کی متنوع موضوعات	غرض کہ متنوع موضوعات
بدیع منطق	بدیع، منطق
صوبہ متحدہ جات بریلوی	صوبہ متحدہ جات کے شہر بریلی
نظر و نیاز	نذر و نیاز
جب رسول	حب رسول
دیوبندیوں اور بریلیوں میں تقسیم کر دیا	دیوبندیوں اور بریلویوں میں تقسیم کر دیا
لفظ اور محاورے کے حسین امتزاج کے	لفظ اور محاورے کے حسین امتزاج نے
ترجمے کی افادیت	ترجمے کی افادیت

کسی تحقیقی مقالے کی ثقاہت کا انحصار دیگر خصوصیات کے ساتھ اس پر بھی ہے کہ وہ

املا کی اغلاط سے پاک ہو مگر یہاں اڑھائی صفحات کی فصل میں "سات اغلاط" نے مقالے کی ثقاہت پر سوال اٹھا دیئے ہیں۔

مصادر تحقیق کا مطالعہ

تحقیقی عمل میں مصادر و مراجع کو کلیدی اہمیت حاصل ہوتی ہے اور مقالے کی افادیت اور ثقاہت کا انحصار بھی اس کے مصادر پر ہوتا ہے۔ مصادر دو قسم کے ہوتے ہیں:

(۱) بنیادی مصادر (Primary Sources)

(۲) ثانوی مصادر (Secondary Sources)

بنیادی مصادر سے یہاں یہ مراد ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے جو کتب خود تحریر کیں ہیں اُن کا مطالعہ کیا جائے اور براہ راست انہی کے اقتباسات کو مقالے میں صحت کے ساتھ درج کیا جائے۔ ڈاکٹر صاحبہ لکھتی ہیں "مولانا احمد رضا خاں نے اردو، فارسی، عربی کی ایک ہزار کتب تصنیف فرمائیں" اب ان میں سے کچھ کتب اس فصل کا بنیادی مصادر ہونا چاہیے۔ تحقیقی تقاضا بھی یہی ہے کہ ان کتب سے منتخب اور مطلوبہ اقتباسات کو براہ راست مقالے میں درج کیا جائے جس کی وجہ سے اس کی ثقاہت، علمی دنیا میں برقرار رہے۔

اس تناظر میں جب ہم اس فصل میں بنیادی مصادر تلاش کرتے ہیں تو مقالے کے صفحہ نمبر ۱۹۴ پر مطلوبہ فصل کے مصادر (حواشی) پر ۵۷ سے ۱۰۸ تک درج ہیں۔ یعنی اڑھائی صفحات پر مشتمل اس فصل میں ۴۳ مصادر درج ہیں۔ جس میں سے نمبر ۱۰۸ پر صرف ایک مصدر "مولانا احمد رضا بریلوی، کنزالایمان، ص ۱۹۴، ۸۲۲، ۹۰۹، ۵" درج ہے۔ پوری فصل میں مولانا احمد رضا خاں کی باقی دیگر کتب کا کوئی حوالہ موجود نہیں۔ بنیادی مصادر کی عدم موجودگی میں جو بھی مواد درج کیا گیا ہے وہ تحقیقی اعتبار سے محل نظر قرار پاتا ہے۔

۴۳ حوالہ جات کی موجودگی میں ڈاکٹر صاحبہ کی اپنی تحقیق کا کوئی اقتباس تو درکنار ایک سطر بھی درج نہیں۔ جو ہے وہ خواہ مستند ہے یا غیر مستند مگر وہ دوسروں کی تحقیق ہے۔ موصوفہ کی تحقیق سے اسے کوئی سروکار نہیں۔ مقالے کے نگران بہ خوبی آگاہ ہیں کہ جب حوالہ جات کی بھرمار ہو اور محقق کا تجزیہ، تنقید اور تبصرہ شامل نہ ہو تو اسے تحقیق نہیں تالیف کہتے ہیں۔

اس تحقیقی سقم کی موجودگی میں اس مقالے کو تحقیق کی بجائے اس کی اصلی کیفیت "تالیف" کے نام سے پکارا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ بات یہاں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ ایچ ای سی کے معیار سے انحراف بھی برتا گیا ہے کہ مقالے کے اقتباس کا حجم ۴۰ فی صد سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے، اگر اس سے زیادہ ہوگا تو وہ سرقے کے زمرے میں شمار ہوگا۔ اس اصول کی عینک لگا دیکھا جائے تو مقالہ ۹۰ فی صد اور زیر بحث فصل سو فی صد اقتباسات کے حجم پر مشتمل ہے۔

مصادر کے طرز تحریر پر ایک نظر:

(۱) حواشی کی سیریل نمبر ۱۰۸ پر "کنزالایمان" درج ہے تحقیق میں احتیاط کا تقاضا یہ ہے اس کا مکمل تاریخی نام اس طرح درج کیا جاتا "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن"

(۲) سیریل نمبر ۱۰۲ پر "قرآن مجید کے آٹھ منتخب تراجم" جب کہ اس مقالے کا پورا نام اس طرح ہے "قرآن مجید کے آٹھ منتخب اردو تراجم کا تقابلی جائزہ"

(۳) سیریل نمبر ۱۷/ ڈاکٹر عبدالمجید قادری

(۴) سیریل نمبر ۱۳۹ پر ڈاکٹر عبدالحمید قادری

(۵) سیریل نمبر ۱۴۳/ ڈاکٹر مجید قادری۔

موصوفہ نے تین بار ایک نام لکھا مگر ایک مرتبہ بھی درست نام لکھنے سے قاصر دکھائی دیتی ہیں جب کہ اصل نام یوں ہے "ڈاکٹر مجید اللہ قادری"

(۶) سیریل نمبر ۱۵۶ پر کنزالایمان اور دیگر تراجم

(۷) سیریل ۱۰۱ پر کنزالایمان اور دیگر تراجم کا تقابلی موازنہ

(۸) سیریل ۱۷ پر کنزالایمان اور تراجم قرآن کا تقابلی جائزہ

محترمہ نے یہاں بھی ایک فصل کے حواشی میں ایک ہی مقالے کے تین غلط نام درج کر دیئے ہیں۔ جب کہ مقالے کا درست نام "کنزالایمان اور معروف تراجم قرآن" ہے۔

اقتباسات کا تقابلی مطالعہ:

ڈاکٹر صاحبہ لکھتی ہیں

"اردو تراجم کا سلسلہ جو شاہ ولی اللہ کے صاحبزادوں سے شروع ہوا تو پھر چلتا ہی رہا، ہر دور میں علمائے کرام نے نیک نیتی سے اس فرض کو نبھایا، سرسید احمد خاں مولوی نذیر احمد، ابوالکلام آزاد، مولانا حقانی، اشرف علی تھانوی، نواب وحید الزماں، مولانا محمود الحسن، مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ہر کسی نے اپنی سوچ اپنے مطالعہ اور اپنے خلوص کے ساتھ قرآن کے تراجم کا فریضہ انجام دیا۔

اس اقتباس کا حوالہ اس طرح درج ہے "۹۸، پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد، (اظہار مسعود) پیش لفظ کنزالایمان کا تقابلی جائزہ، ص، ض"

جب اس اقتباس کا اصل مقالے سے موازنہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ محولہ مقالے کا اصل عنوان "کنزالایمان اور معروف تراجم قرآن" ہے۔

مقالے کا "اظہار مسعود" حرف "ص" سے شروع نہیں ہوتا بلکہ "ض" سے شروع ہوتا ہے۔ جب کہ پورے "اظہار مسعود" میں مذکورہ اقتباس کا نام ونشان نہیں۔ اس طرح مبینہ طور پر غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔

(۲) "جہاں تک "کنزالایمان" کے محاسن کا تعلق ہے تو فاضل محققہ ڈاکٹر صالحہ شرف الدین نے زبان وبیان کی بندشوں اور اسلوب کے لحاظ سے ہم عصر علما کے تراجم سے کم قرار دیا۔ حواشی ۱۰۱ ارڈاکٹر عبدالمجید قادری، کنزالایمان اور دیگر تراجم کا تقابلی موازنہ، ص ۱۶

اصل مقالے سے موازنہ کیا گیا تو صورت حال کچھ اس طرح دکھائی دی کہ مقالہ نگار کا نام "ڈاکٹر عبدالمجید" نہیں بلکہ "ڈاکٹر مجید اللہ قادری" ہے۔ مقالے کا عنوان "کنزالایمان اور دیگر تراجم کا تقابلی موازنہ" نہیں بلکہ "کنزالایمان اور معروف تراجم قرآن" ہے جب کہ محولہ مقالے کے "ص" پر مذکورہ اقتباس موجود نہیں اور "ص" پر حضرت سید وجاہت رسول قادری مد ظلہ العالی کے "پیش لفظ" کا اختتام ہو رہا ہے۔

مقالے کی زیر بحث فصل کے اقتباسات کے تقابلی مطالعہ سے ثابت ہوا کہ محققہ اقتباسات اور حوالہ جات کو قلم بند کرتے ہوئے نہایت سنگین اغلاط اور بے احتیاطی کی مرتکب ہوئیں اور نگران مقالہ ڈاکٹر معین الدین عقیل صاحب، اقتباس نگاری اور حوالہ نگاری کے

اصول کی طرف رہنمائی کا فریضہ سرانجام دینے سے قاصر دکھائی دے رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے مقالے میں یہ کوتاہیاں در آئیں۔

قرآنی آیات اور تراجم کا تقابلی جائزہ:

مذکورہ باب چہارم "چند منتخب تراجم وتفاسیر" کی فصل "مولانا احمد رضا بریلوی: کنزالایمان۔ ترجمہ وتفسیر" میں مذکور آیات اور تراجم کا مطالعہ کرتے ہیں۔ فاضل محققہ روبینہ سرور نے تین آیات اور ان کے تراجم کنزالایمان سے بہ طور نمونہ لیے ہیں۔ ان کی صحت ملاحظہ ہو:

(ا) والقمر اذا تسق ۱۸ الترکبن طبقا عن طبق ۱۹ خمالھم لایومنون: ۲۰ (الانشقاق)

اور چاند کی قسم جب کامل ہو جائے: ۱۸۔ ضرور تم منزل بہ منزل ــــ ہو گے: ۱۹۔ تو کیا ہوا انھیں ایمان نہیں لائے: ۲۰

اس آیت اور ترجمے کا تقابل قرآن اور کنزالایمان سے کرتے ہیں تو صورت حال اس طرح ملتی ہے

(الف) آیات کو عربی رسم الخط میں تحریر نہیں کیا گیا۔

(ب) "خمالھم لایومنون" آیت غلط لکھی ہے جب کہ درست آیت یوں ہے" فما لھم لا یومنون"

(ج) "اور چاند کی قسم جب وہ کامل ہو جائے"۔ جب کہ کنزالایمان کا ترجمہ اس طرح ہے "اور چاند کی جب وہ پورا ہو" جب کہ ترجمے میں ڈاکٹر صاحبہ نے یہ الفاظ "کی قسم" اور "کامل ہو جائے" خود الحاق کیے ہیں۔

(د) ضرور تم منزل بہ منزل ــــ ہو گے۔ جب کہ کنزالایمان میں "ــــ" نہیں موصوفہ از خود ترجمے میں کا اضافہ کر دیا۔

(ڈ) "تو کیا ہوا انھیں ایمان نہیں لائے" جب کہ اس آیت کا ترجمہ اس طرح ہے "تو کیا ہوا انہیں ایمان نہیں لاتے" اصل ترجمہ حال میں ہے مگر فاضل محققہ نے اسے از

خود ماضی میں تبدیل کر دیا۔

(۲) و الارض بعد ذلک دحھا (النزاعت: ۳۰)

اور اس کے بعد زمین پھیلائی۔

(الف) آیت کو عربی رسم الخط میں لکھا نہیں گیا۔

(ب) آیت میں "دحھا" لکھا گیا جو غلط ہے جب کہ درست یوں ہے "دحا ھا"

(۳) وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلیھمن یشاء (آل عمران: ۱۷۹)

اور اللہ کی یہ شان یہ نہیں کہ اے عام لوگوں تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔

(الف آیت کو عربی رسم الخط میں نہیں لکھا گیا ہے۔

(ب) ڈاکٹر صاحبہ نے آیت میں اس طرح لکھا ہے "رسلیھمن" جو غلط ہے جب کہ صحیح اس طرح ہے "رسلہٖ"

(ج) ترجمہ اس لکھا گیا ہے "اور اللہ کی یہ شان یہ نہیں" جو کہ غلط ہے۔ درست ترجمہ اس طرح ہے "اور اللہ کی یہ شان نہیں"

"اے عام لوگوں" یہ درست نہیں۔ درست ترجمہ یوں ہے "اے عام لوگو!"

آیات کو اردو رسم الخط میں لکھا گیا ہے۔

آیات پر اعراب نہیں لگائے گئے ہیں۔

ہر آیات میں بعض الفاظ غلط تحریر ہیں۔

آیات کا ترجمہ درست تحریر نہیں کیا گیا۔

آیات کے تراجم میں الحاق کیا گیا ہے۔

آیات کے تراجم کے اسلوب پر سرے سے کوئی بحث ہی نہیں کی گئی ۔

اس فصل میں صرف تین آیات اور اس کے تراجم مرقوم ہیں۔

اسالیب کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ جو مرکز مقالہ ہے وہ سرے سے غائب ہے۔

غلط بیانی

ڈاکٹر صاحبہ غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے لکھتی ہیں:

مولانا احمد رضا کے اساتذہ مولانا فضل رسول بدایونی اور مولانا فضل حق خیرآبادی ہیں(۶) جبکہ مولانا فضل رسولؒ، مولانا فضل حق خیرآبادیؒ میں سے کوئی بھی مولانا احمد رضا کے استاد نہیں اور ان دونوں بزرگوں کا آپ کا استاد ہونا خلاف واقعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے اپنے رسائل میں ان بزرگوں کا نام بڑے ہی ادب و احترام سے لیا ہے مگر انہیں اپنا استاد نہیں لکھا۔

غیر منقسم ہندوستان میں جن اکابر اساتذہ کا اپنی کتب میں خود ذکر کیا ہے۔ انہیں آپ کے خلیفہ و نگینہ مولانا ظفر الدین بہاری نے یوں درج کیا ہے: اعلیٰ حضرت کے وہ اساتذہ جنھوں نے ابتدائی کتابیں پڑھائیں ☆ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب بریلوی ☆ جناب مولانا عبدالعلی ☆ حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری ☆ والد ماجد ☆ پیر و مرشد ذی اسراہ (۷)

اس کے علاوہ بھی محترمہ مختلف مصادر کے زیر اثر بلا تحقیق الزام لگاتی ہیں کہ:

الزام: مولانا احمد رضا خاں نبی پاک ﷺ کو بشر نہیں "نور" مانتے ہیں۔(۸)

محترمہ اپنے دعویٰ کی دلیل میں مولانا احمد رضا کی کسی کتاب سے کوئی حوالہ پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی بشریت اور نورانیت دونوں قرآن سے ثابت ہیں۔ اس لیے آپ نبی کریم ﷺ کے نفس بشر کے منکر نہیں ہیں، مگر مساوات بشریت کے قائل نہیں۔ اس حقیقت کا اظہار اپنے مشہور زمانہ نعتیہ کلام میں یوں کرتے دکھائی دیتے ہیں

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کردیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے
فریاد امتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو
بشریٰ کہ بارگاہ یہ خیر البشر کی ہے(۹)

بلکہ نبی کریم ﷺ کی مطلقاً بشریت کی نفی کو کفر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جو مطلقاً حضور ﷺ سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے، قال تعالیٰ قل سبحٰن ربی ھل کنت الا بشرا رسولا(۱۷: ۹۳) وللہ تعالیٰ عالم ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم فرماؤ پاکی ہے میرے ربّ کو میں ہوں مگر آدمی بھیجا ہوا ۔(ت) (۱۰) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت سے اعلیٰ ہے (۱۱) اتنا کہتے ہیں کہ خلق کے آقا ہیں، خالق کے بندے (۱۲) ہر عاقل مسلمان جانتا ہے کہ نوع بشر میں عصمت خاصہ انبیاء ہے (۱۳) وہ بشر ہیں مگر عالم علوی سے لاکھ درجہ اشرف و احسن ہیں، وہ انسان ہیں مگر ارواح وملائکہ سے ہزار درجہ الطف ہیں، وہ خود فرماتے ہیں: "لست کمثلکم" میں تم جیسا نہیں ہوں رواہ الشیخان۔ ویروی: "لست کھیئتکم" میں تمہاری ہیئت پر نہیں، ویروی: ایکم مثلی؟ تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ آخر علامہ خفاجی کو فرماتے سنا آپ کا بشر ہونا اور نور درخشندہ ہونا منافی نہیں، اگر سمجھے تو نور علیٰ نور ہیں۔

محمد بشر و لیس کالبشر بل ھو یاقوتہ والناس کالحجر

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۹؍ص ۳۷۷)

دیوبندی عالم سرفراز لکھتے ہیں "بلاشک اکثر بریلوی صاحبان جملہ حضرات انبیاء کرام کو اور آں حضرت ﷺ کی ذات گرامی کو جنس اور نوع کے لحاظ بشر آدمی اور انسان ہی تسلیم کرتے ہیں۔ (اتمام البرھان حصہ سوم ص ۲)

مفتی ممتاز دیوبندی لکھتے ہیں "اعلیٰ حضرت سب انبیاء کرام کو جنس بشری میں سے سمجھتے تھے" (پانچ مسائل ص ۳۶)

الزام: مولانا نے مزار پرستی کو فروغ دیا۔ (۱۴)

ڈاکٹر صاحبہ بلا دلیل و تحقیق یہ سنگین الزام عائد کرتی ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے مزار پرستی کو فروغ دیا۔ تحقیقی تقاضا یہ تھا کہ محترمہ اپنے دعوے کی پاسداری میں فتاویٰ رضویہ کی ۳۰ ؍جلدوں میں سے ایسی عبارات پیش کرتی جس سے ان کے قائم کردہ مفروضے کو تقویت ملتی مگر انہوں ایسا نہیں کیا۔ یہاں یہ بات دعوے کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ ڈاکٹر روبینہ اور نگران ڈاکٹر معین الدین عقیل قیامت تک مولانا کی کوئی ایک عبارت بھی پیش کرنے سے

قاصر رہیں گے جس سے ثابت ہو کہ مولانا احمد رضا خاں نے مزار پرستی کو فروغ دیا ہو بلکہ انہوں نے اپنی پوری زندگی مزار پرستی کی راہیں مسدود کرنے میں گزاری جس کی شاہد ان کی کتب اور فتاویٰ ہیں۔ اس ضمن میں آپ کے چند فتاویٰ ملاحظہ ہوں:

اگر کسی نام کے مولوی نے مرض سے شفا کے واسطے غیر خدا کی پوجا جائز کردی تو وہ بھی کافر۔ (۱۵)

غیر خدا کو سجدہ عبادت کفر اور سجدہ تحیت حرام ہے (۱۶)

فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے۔ (۱۷)

نااہل شخص کی قبر کو ولی کا مزار ٹھہرانا اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے اس کا یہ اہتمام کرنا اور لوگوں کو وہاں مراد مانگنے کی ترغیب، یہ ضرور مکر و زور ہے حدیث میں فرمایا گیا من غشنا فلیس منا (جو ہمیں دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں) (۱۸)

بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے ور غیر خدا کو ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ میں میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے (۱۹)

غیر کو سجدہ بلاشبہ حرام ہے پھر اگر بر وجہ عبادت ہو تو یقیناً اجماعاً کفر ہے اور بر وجہ تحیت ہو تو کفر میں اختلاف ہے اس کے حرام ہونے میں اختلاف نہیں۔ (۲۰)

مزار کو سجدہ یا ان کے سامنے زمین چومنا حرام اور حد رکوع تک جھکنا ممنوع ہے۔ (۲۱)

مزار کو سجدہ تو سجدہ در کنار کسی قبر کے سامنے اللہ عزوجل کو سجدہ جائز نہیں اگرچہ قبلہ کی طرف ہو۔ (۲۲)

نماز تو نماز قبر کی طرف مسجد کا قبلہ ہو منع ہے اگرچہ نمازی کا سامنا نہ۔ (۲۳)

حد رکوع تک جھکنا غیر خدا کے لیے جائز نہیں۔ (۲۴)

"لا تشرک باللہ وان حرقت" "اگر مومن کو جلا بھی دیا جائے تو بھی وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ (۲۵)

سوال: ایک شخص کو اس کے مریدین سجدہ کرتے ہیں اس سے دریافت کیا گیا کہ آپ مریدین کو سجدہ سے منع نہیں کرتے، انہوں نے جواب دیا کہ میں منع بھی نہیں کرتا اور حکم

بھی نہیں دیتا۔ان کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔۔۔واللہ تعالیٰ اعلم

جواب یہ شخص بہت خطا پر ہے۔اس پر فرض ہے کہ مریدوں کو منع کرے اور مریدوں پر فرض ہے کہ اس فعل حرام سے باز آئیں۔واللہ تعالیٰ اعلم (۲۶)

الزام ''مولانا احمد رضا بریلوی ایک نعت کو تھے نعت گوئی کا یہ غلبہ اتنا طاری تھا کہ خدا کی عظیم کتاب وہدایت کے وقت بھی ذوق عبدیت کی سنجیدگی اور خشیت سے خالی رہے۔'' (۲۷)

حسب سابق اس الزام کی تائید میں کوئی سند یا دلائل دینے سے عاری ہیں۔ایسا محسوس ہوتا کہ محترمہ کے نگراں نے موصوفہ کو یہ بات ذہن نشین کرادی ہے کہ محض الزام تراشی کا دوسرا نام تحقیق ہے۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس پوری فصل میں اس حصار کو توڑنے کی ہمت نہیں کی۔

مولانا احمد رضا خاں کے ذوق عبدیت کی سنجیدگی اور خشیت کی بہاریں:

۸رصفر کو آپ نے یہ خط لکھا جب کہ آپ کا وصال ۲۵رصفر کو ہوا۔ذوق عبدیت کی کیفیت ملاحظہ ہو:

زندگی کے آخری ایام میں اپنی بیماری اور ضعف کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بائیس دن میں بازو کا گوشت صحیح پیمائش سے سوا انچ گھل گیا، رانو کا ابتدائی حصہ اتنا رہ گیا جتنے بائیس دن پہلے بازو تھے۔۔۔۔چودہ محرم کو پہاڑ سے واپس آیا، لاری والے میرے احباب تھے، مولا تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے لاری میں میرے لیے پلنگ بچھا کر لائے اور بفضلہٖ تعالیٰ بہت آرام سے آنا ہوا، یہاں جب سے آیا ہوں، اتنی قوت باقی نہیں رہی کہ عشاء اے ظہر تک کی نمازوں کو چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد لے گئے، مسجد میں ادا کی، پھر بخار آ گیا اور اب مسجد تک جانے کی طاقت نہ رہی، پندرہ روز سے اسہال شروع ہوئے، اس نے بالکل گرادیا، نماز کی چوکی پلنگ کے برابر لگی ہے، اس پر سے اس پر بیٹھے بیٹھے جانا تین تین بار، ہمت سے ہوتا ہے، الحمد للہ کہ اب تک فرض و وتر اور صبح کی سنتیں بذریعہ عصا کھڑے ہی ہو کر پڑھتا ہوں مگر دشواری ہوتی ہے، دل جانتا ہے۔۔۔۔آٹھویں دن جمعہ کی حاضری تو ضرور ہے، مکان سے مسجد تک

کرسی پر جانے میں وہ تعجب ہوتا ہے کہ بیٹھ کر سنتیں بھی بدقت تمام پڑھی جاتی ہیں اس تکان سے عشاء تک بدن چور رہتا ہے نبض کی یہ حالت ہے کہ ایک ایک منٹ میں چار چار بار رک جاتی ہے، وردوقرع کی قدر رکی رہتی ہے پھر چلنے لگتی ہے۔(۲۸)

عظیم کتاب وہدایت کا مطالعہ اور ذوق عبدیت:

مولانا احمد رضا خاں فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول ﷺ کی منزل پر فائز تھے۔قرآن کا ترجمہ کرتے وقت ان کا ذوق عبدیت اپنے نقطہ کمال کو چھو رہا تھا۔آپ کی زندگی میں ایسے کئی تراجم موجود تھے جو شان الوہیت کے منافی تھے جسے آپ کے ذوق عبدیت کو کسی طرح بھی گوارہ نہ تھا آپ نے خود ان آیات کے تراجم میں شان الوہیت اور تقدیس الٰہی کی بھرپور عکاسی کی اور ذوق عبدیت کا حق ادا کردیا۔اس تناظر میں چند آیات کے تراجم ملاحظہ ہوں یہ مترجمین عظیم کتاب وہدایت کے مطالعہ کے دوران ذوق عبدیت سے خالی تھے یا مولانا احمد رضا خاں؟

(۱) سخر اللہ منھم الخ

ترجمہ: اللہ ان سے تمسخر کرتا ہے۔(عبدالماجد)

ترجمہ: اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے۔(محمودالحسن)

ترجمہ: اللہ ان مذاق اڑانے والوں کا مذاق اڑاتا ہے۔(مودودی)

(۲) ان ربک لبالمر صادالخ

ترجمہ: بے شک تیرا رب لگا ہے گھات میں۔(محمودالحسن)

ترجمہ: بے شک تیرا خداوند گھات میں رہتا ہے۔(امین اصلاحی)

ترجمہ: بے شک تمہارا پروردگار گھات میں ہے۔(ثناءاللہ)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب گھات لگائے ہوئے ہے۔(مودودی)

(۳) ان المنفقین یخدعون اللہ وھو خادعھم الخ

ترجمہ: یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکے بازی کررہے ہیں حالاں کہ درحقیقت اللہ ہی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

ترجمہ: اور منافق جو ہیں دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا۔

ترجمہ۔ تحقیق منافق فریب دیتے ہیں اللہ کو اور وہ فریب دینے والا ہے ان کو۔

(۴) نسو ا اللہ فنسیھم

ترجمہ:۔ یہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انہیں بھلا دیا۔ (مودودی)

ترجمہ:۔ انہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے ان کو بھلا دیا۔ (فتح محمد)

ترجمہ:۔ بھول گئے اللہ کو سو وہ بھول گیا ان کو۔ (محمود الحسن)

ڈاکٹر صاحبہ کیا ان تراجم کے مترجمین "خدا تعالیٰ کی عظیم کتاب وہدایت کے مطالعہ کے وقت بھی ذوق عبدیت کی سنجیدگی اور خشیت سے خالی رہے" یقیناً خالی رہے۔ اب مولانا احمد رضا خاں کے ذوق عبدیت سے معمور ان ہی آیات کے تراجم ملاحظہ ہوں:

(۱) اللہ ان کی ہنسی کی سزا دے گا۔

(۲) بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔

(۳) بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی ان کو غافل کر کے مارے گا۔

(۴) وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا۔

الزام: مولانا احمد رضا خاں نے ولی اللّٰہی مسلک کو شدت سے رد کیا۔

پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم لکھتے ہیں:

برصغیر کے قدیم مذہبی نظریات و معتقدات کیا تھے؟ اس کا جائزہ لینے کی بجائے مناسب معلوم ہو کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے مسلکی رجحانات کا جائزہ لے لیا جائے جنہیں ہر مکتب فکر کے لوگ اپنا مسلکی امام تسلیم کرتے ہیں۔ برصغیر کی یہ وہ واحد شخصیت ہے جسے ہر مسلک کے ماننے والے اپنا قائد تسلیم کرتے ہیں اور اپنے عقائد و نظریات کی تائید میں ولی اللّٰہی اقوال پیش کیے ۔۔۔ کتب تصوف کے مطالعہ سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے جن نظریات کا پتا چلتا ہے اس سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ شاہ صاحب اسی مسلک کے حامی تھے جس کی ترجمانی اور نشر و اشاعت اس دور میں علمائے اہل سنت و جماعت بالفاظ دیگر سنی بریلوی علما کر رہے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب علم غیب، حاضر و ناضر، تصرف و اختیار، میلاد

شریف، احیائے موتیٰ، نذر و نیاز، عرس، فاتحہ، زیارت قبور اور استمداد و استعانت کے سلسلے میں بہت واضح مؤقف رکھتے تھے۔ ان میں بعض پر ان کا اور بعض پر ان کے آباؤ اجداد کا عمل تھا جسے شاہ صاحب نے نہ صرف اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے بلکہ ان پر عمل کرنے کی خود کوشش بھی کی۔ (۲۹)

حقیقت واقعہ یہ ہے حضرت شاہ ولی اللہ کے افکار و نظریات ماضی میں حضرت سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مجدد ثانی شیخ احمد سرہندی سے ہم آہنگ تھے۔ بعد کے ادوار میں ان نظریات کی ترجمانی کافی حد تک امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں قادری نے کی جس کی تشہیر دور حاضر میں مسلک اعلیٰ حضرت سے ہوئی۔ امام اہل سنت نے اپنی تمام تر تصانیف میں انہی افکار و نظریات کی ترجمانی کی جن پر شاہ ولی اللہ دہلوی کا عمل تھا اور شاہ ولی محدث دہلوی کی وہ تمام تصانیف جو غیر محرف ہیں ان سے بھی تقریباً وہی سب کچھ ثابت ہے جس کا ذکر امام اہل سنت نے اپنی تصانیفات میں کیا ہے۔ (۳۰)

بعض لوگ شاہ صاحب کی ان کتب کے مطالعہ سے آپ اور مولانا احمد رضا کے عقائد و نظریات میں حد فاصل قائم کرنا چاہتے ہیں جس کے بارے میں حکیم محمود احمد برکاتی لکھتے ہیں: شاہ صاحب کی مصنفات کو نایاب کر کے دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ اپنی مصنفات کو شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دیا اور اپنے نظریات کی تبلیغ شاہ صاحب کے نام سے کی گئی۔ مثلاً

(۱) البلاغ المبین:۔ پہلی بار ۱۳۰۷ھ میں مطبع محمدی لاہور سے ایک اہل حدیث عالم مولانا فقیر اللہ نے شائع کی۔

(۲) تحفۃ الموحدین:۔ سب سے پہلے ایک اہل حدیث بزرگ حاجی عبدالغفار دہلوی نے شائع کی۔

(۳) قول سدید:۔ کے نام سے بھی ایک رسالہ شائع ہوا جس میں عدم تقلید کی تلقین و تائید کی گئی۔ (۳۱)

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں تحفۃ الموحدین شاہ صاحب کی کتاب نہیں۔ بہت قریب زمانے میں کسی وہابی صاحب نے شاہ صاحب کی تصانیف مشہورہ کے رد کو کچھ الٹی سیدھی

کمیں جوڑ کر وہابیوں کے ادعائی امام موحد کی طرف اسے نسبت کر کے تحفۃ الموحدین نام رکھا اور بکمال بے ایمانی شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دیا۔(۳۲)

مزید تفصیل کے لیے پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کا تحقیقی مقالہ "امام احمد رضا قادری اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی عقائد ونظریات کا تحقیقی مطالعہ" ملاحظہ ہو جس سے ڈاکٹر صاحبہ آپ کو اور محترم ڈاکٹر معین الدین صاحب عقیل صاحب کو معلوم ہو جائے گا کہ کس نے شاہ ولی اللہؒ کے مسلک کو شدت سے رد کیا۔

خارجی شہادتوں کے بعد داخلی شہادتوں کو مطالعہ کرتے ہیں:

مولانا احمد رضا خاں اپنے سلسلہ حدیث میں شاہ ولی اللہ کا بیان اس طرح کرتے ہیں۔

انبانا شیخنا السید الامام العارف باللہ الشاہ آل الرسول الاحمدی فی جمادی الاولیٰ ۱۲۹٤ھ عن الشاہ عبدالعزیز عن دھلوی عن ابیہ الشاہ ولی اللہ الدھلوی عن الشیخ ابی طاھر بن ابراھیم الکردی المدنی ، وغیرھم من مشائخنا رحمھم اللہ تعالیٰ جمیعا باسانید المعروفہ الی ابی داؤد

ہمارے شیخ سید امام عارف باللہ شاہ آل رسول احمدی نے جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ میں ہم کو خبر دی، انہیں ان کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی نے اور انہیں شیخ ابو طاہر بن ابراہیم کردی نے ان سب لوگوں نے اپنے مشائخ کرام سے جن کی مشہور سندیں امام ابو داؤد سے متصل ہیں۔(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ پ ۴)

کتب شاہ ولی اللہ ماخذ فتویٰ رضویہ

(۱)ازالۃ الخفا (۲)انتباہ فی سلاسل (۳) قصیدہ نعتیہ اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم (۴)شفاء العلیل قول جمیل (۵)حجۃ اللہ البالغہ (۶)فتح الخبیر (۷)الدر الثمین (۸) مسوی شرح موطا (۹)رسالہ انصاف ۵ مرتبہ (۱۰) مکتوبات شاہ ولی اللہ (۱۱)الفوز الکبیر کتاب عقد الجید (۱۲)ہمعات ہمعہ (۱۳)انفاس العارفین (۱۴)قرۃ العین فی تفضیل الشیخین (۱۵)ہوا مع شرح حزب البحر

شاہ ولی اللہ کی ان تصانیف کے اقتباسات کو مولانا احمد رضا خاں نے اپنے موقف

کے حق میں بہ طور دلیل جابجا اپنے فتویٰ رضویہ میں درج کیا ہے۔ان خارجی و داخلی حقائق کے مطالعہ کے بعد کوئی اہل عقل اس بات کا دعویٰ کر سکتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں ولی اللّٰہی مسلک کا شدت رد کرتے تھے۔مگر مقالے میں ڈاکٹر صاحبہ اور ان کے نگران کا اصرار ہے کہ "ولی اللّٰہی مسلک کا شدت سے رد کرتے ہیں"

مقالہ نگار اور نگران کا یہ مبینہ الزام تحقیق کو منہ چڑانے کے مترادف ہی نہیں بلکہ ان کے اس دعویٰ کی بھی تکذیب کر رہا ہے کہ"اردو تراجم قرآن کے اسالیب: منتخب اور نمائندہ تراجم کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ" میں حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ تمام معلومات صحت اور درستگی کے ساتھ طالبین ادب تک پہنچائی جائیں"

الزام: انیسویں صدی کے آخر میں بریلوی فرقے کا ظہور ہوا اور اس کے بانی مولانا احمد رضا خاں بریلوی تھے۔(۳۳)

ڈاکٹر صاحبہ مختلف مصادر کو مرکز مان کر الزامات کی سرعت انگیزی سے بھرما کرتی چلی جاتی ہیں مگر اس کی تائید میں دلائل دینے سے ان کا قلم ہمت ہار بیٹھا جو اصول تحقیق کے منافی ہے۔

معروف دیوبندی محقق مولانا کوثر نیازی اس الزام پر اظہار افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بدقسمتی سے ہمارے ہاں اکثر لوگ انہیں بریلوی نامی فرقے کا بانی سمجھتے ہیں، حالاں کہ وہ اپنے مسلک کے اعتبار سے حنفی اور سلفی تھے۔(۳۴)

ڈاکٹر اوشا سانیال جنہوں نے امریکا سے پی ایچ ڈی کی وہ اپنے مقالے میں اس حقیقت سے پردہ اٹھاتی ہیں کہ:

۱۸۷۰اور ۱۸۸۰ کی دہائی میں مولانا احمد رضا خاں کی قیادت میں اہل سنت تحریک منظر عام پر آئی جوان جماعتوں (دیوبند اور اہل حدیث) جن کا تذکرہ اوپر کیا گیا، کی مخالف تھی ۔دوسروں کی طرح اہل سنت بھی اپنی اسلامی بصیرت میں پیغمبر اسلام کو مرکزیت دیتی تھی وہ بھی سماجی اصلاح کی علم بردار تھی اور شاہ ولی اللہ کی فکری روایت سے اپنا رشتہ جوڑتی تھی۔(۳۵)

ڈاکٹر روبینہ صاحبہ غیر مستند مصادر پر اندھا اعتماد کرتے ہوئے الزام لگاتی ہیں

الزام: تاریخ دان ان کی شخصیت کو علمائے دیوبند کی انگریز دشمنی کا ردعمل بھی قرار دیتے ہیں۔(۳۶)

یہاں پر بھی محترمہ اپنے غیر تحقیقی مزاج کی اسیر دکھائی دیتی ہیں اور اپنے الزام کو ثابت کرنے کے لئے ان کے دائرہ علم میں کوئی دلیل نہیں۔جب کہ ذیل کے دلائل ثابت کرتے ہیں کہ انگریز کا جن کون تھا۔

مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں

"یہ کہنا کہ ان (امام احمد رضا بریلوی) کے اقدامات انگریز نوازی پر مبنی تھے یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جو یا تو امام احمد رضا کے مسلک کو سرے سے جانتا ہی نہ ہو یا جانتا ہو مگر جان کر نہ مانتا ہو ایک ایسا مردمومن جسے انگریزی سامراج سے اتنی نفرت ہو کہ وہ اس کی کچہری میں جانا روا نہ سمجھتا ہو۔جو مقدمہ قائم ہو جانے کے باوجود اس کی عدالت میں نہ گیا ہو۔جو خط لکھتا ہو تو کارڈ اور لفافے کی الٹی طرف پتہ لکھتا ہوتا کہ انگریز بادشاہ اور ملکہ کا سر نیچے نظر آئے۔جس نے اپنی وفات سے پہلے یہ وصیت کی ہو کہ اس دالان سے ڈاک میں آئے وہ تمام خطوط جن پر ملکہ اور بادشاہ کی تصویر ہے۔اور روپے پیسے جن پر یہ تصویریں ہیں سب باہر پھینک دی جائیں تاکہ فرشتہ ہائے رحمت کو آنے میں دشوار نہ ہو۔اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ انگریز کا حامی تھا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ سورج ظلمت۔پھول،بدبو۔چاند،گرمی۔سمندر،خشکی۔بہار،پت جھڑ۔صبا،صرصر۔پانی،حدت۔ہوا،حبس۔اور حکمت۔جہالت کا دوسرا نام ہے"(۳۷)

مشہور ادیب وصحافی شوکت صدیقی لکھتے ہیں:

"مولانا احمد رضا خاں نہ کبھی انگریزوں کی حکومت سے وابستہ رہے نہ ان کی حمایت میں کوئی فتویٰ دیا۔نہ اس بات کا کسی طور اظہار کیا۔کم از کم میری نظر سے ان کی کوئی ایسی تحریر یا تقریر نہیں گزری۔اگر ایسی کوئی بات بات سامنے آتی تو اس کا ذکر ضرور کرتا۔اس لیے کہ نہ میرا ان کے مسلک سے تعلق ہے اور نہ ان کے خانوادے سے۔۔۔۔وہ انگریزوں اور ان کے اداروں کے اس قدر کٹر دشمن تھے کہ لفافے پر ہمیشہ الٹا ٹکٹ لگاتے تھے اور برملا کہتے تھے کہ میں

نے جارج پنجم کا سر نیچا کردیا۔انہوں نے زندگی بھر انگریزوں کی حکمرانی تسلیم نہیں کی۔"(۳۸)

اب ذرا دوسری طرف کا منظر دیکھتے ہیں۔غیر مقلد عالم حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

"اس تحریک (ریشمی رومال) کے زمانے میں مہتمم صاحبان نے حکومت کے ذمہ داروں سے تعلق رکھا حتیٰ کہ گورنر یوپی (مسٹر مسٹن) کو دارالعلوم دیوبند میں مدعو کیا۔اس کو ایڈریس بھی پیش کیا اور اس تعلق کا نتیجہ تھا کہ حافظ صاحب (حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند) کو شمس العلماء کا خطاب ملا"(۳۹)

معروف دیوبندی مفتی اور سید ابوالحسن علی ندوی کے خلیفہ مفتی محمد سعید خاں لکھتے ہیں:

"صوبہ متحدہ کے گورنر سر جیمس ڈگس لاٹوش ۱۳۲۲ھ بمطابق ۱۹۰۵ء کو دارالعلوم کے معائنے کے لیے آئے۔ان اعزاز میں عصرانہ دیا گیا اور ایک نظم پڑھی گئی ہے۔جس کا مطلع یہ تھا:

یہ دارالعلم شاہا یادگار مسلمین   وہیں اس کا نام ہے جو رشک شہر طوس ہے

یہ پوری نظم دارالعلوم کے اسی سن کے ریکارڈ میں مل جائے گی۔جنرل لاٹوش بہت شستہ اردو جانتے تھے جلسہ گاہ میں انہوں نے بھی دارالعلوم کی طرف دیئے گئے سپاس نامے کا جواب دیا اور ایک یہ بات بھی کہی "مجھ سے نالے کی بابت کہا گیا ہے۔جو مدرسہ کے قریب سے گزرتا ہے میں اس پر غور کروں گا" حکومت نے نالے کی منظوری دے دی (بعد ازاں یہ زمین دارالعلوم ہی میں شامل ہوگئی) لیکن اس کے باوجود اس نالے کو یہاں سے ہٹایا نہیں جا سکا کیوں کہ اس منصوبے پر جو رقم اٹھتی اس کا بندوبست نہیں ہو سکا تھا۔

ارباب دارالعلوم اس تگ ودو میں مصروف رہے کیوں کہ صوبائی حکومت کی اجازت کے ساتھ ساتھ ان کی مدد کی بھی ضرورت تھی۔آخر کار حضرت مہتمم دارالعلوم جناب مولانا حافظ محمد احمد صاحب نے ۱۳۳۳ھ بمطابق 1915ء میں یہ فیصلہ فرمایا کہ صوبہ متحدہ کے گورنر صاحب کو دوبارہ دارالعلوم کے معائنے کے لیے مدعو کیا جائے اور پھر سے اس مسئلے کو ان کے سامنے رکھا جائے اس مرتبہ صوبہ متحدہ کے گورنر سر جیمس تھے۔وہ یکم مارچ 1915ء کو دارالعلوم آئے اور یہاں کے نظام تعلیم،اکابرین کے استغناء اور مہمان نوازی سے متاثر ہوئے انہوں نے نالے کا

مسئلہ بھی حل کردیا اور وہ اراضی دارالعلوم کا حصہ بنیں۔

مفتی محمد سعید خاں ان واقعات کی صداقت و ثقاہت کے مستند مصادر و مراجع کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس واقعے کو "مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند" زیر عنوان (۱) صوبہ متحدہ کے گورنر کو ورود، جلد اول، ص ۴۰۹ اور (۲) گورنر یو۔پی کا ورود، جلد اول، ص: ۲۲۱ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے ریکارڈ کی جو روئیداد (بشارت) ہر سال چھپتی تھی وہاں کے ریکارڈ میں ملاحظہ فرمالیا جائے وہاں یہ سب کچھ درج ہے اس تک رسائی نہ ہوتو جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے ترجمان الرشید کا خاص نمبر "تاریخ دارالعلوم دیوبند نمبر" مارچ، اپریل ۱۹۸۰ سے پڑھ لینا چاہیے اگر کسی کی میزان ذوق مطالعہ پر "الرشید" پورا نہ اترے تو دیوبند کے صدیقی خانوادے کی مختصر تاریخ "ذکر صادق" کے عنوان سے چھپ چکی ہے، اس سے بھی کچھ حوالہ مل سکے گا" (۴۰)

یہ رائے نہیں اور نہ ہی مخالفین کا پروپیگنڈا ہے بلکہ دیوبندی مکتبہ فکر کے معروف مفتی محمد سعید خاں کی مستند تحقیق ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ

(۱) گورنر کو بار بار دارالعلوم دیوبند میں مدعو کیا گیا اگر دارالعلوم انگریز دشمن ہے تو انگریز گورنر کو دارالعلوم میں مدعو کرنے کے کیا معنی؟

(۲) اگر دارالعلوم انگریز دشمن ہے تو انگریز گورنر کو دارالعلوم میں سپاس نامہ پیش کرنے کے کیا معنی؟

(۳) اگر دارالعلوم انگریز دشمن تھا تو انگریز گورنر کے اعزاز میں عصرانہ دینے کا مطلب؟

(۴) اگر دارالعلوم انگریز دشمن تھا تو دارالعلوم کی توسیع کی خاطر اضافی زمین کے حصول کے لیے انگریز گورنر سے التجائیں کیوں کی گئیں؟

(۵) اگر انگریز دارالعلوم کا دشمن تھا تو ان کے گورنر اور ترجمان نے بار بار دارالعلوم کا دورہ کیوں کیا؟

(۶) اگر انگریز دارالعلوم کا دشمن تھا اس نے دارالعلوم کے مزے مزے دار کھانے کیوں تناول کیے؟

(۷) اگر انگریز دارالعلوم کا دشمن تھا تو گورنر وہاں کے نظام تعلیم اور مہمان نوازی بہت زیادہ متاثر کیوں ہوا؟

(۸) اگر انگریز دارالعلوم کا دشمن تھا تو اس نے دارالعلوم کے مہتمم حافظ محمد احمد بن محمد قاسم نانوتوی کو "شمس العلماء" کا خطاب کیوں دیا؟

اس پس منظر میں مناسب معلوم ہوتا اکابرین دیوبند کی مزید کوتاہیاں بھی پیش کردی جائیں تاکہ حقیقت بے غبار ہو جائے۔

"دسمبر ۱۹۴۵ء یوم جمعہ کو ساڑھے آٹھ بجے (۱) حضرت مولانا حسین احمد صاحب صدر جمعیۃ العلمائے ہند (۲) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب سابق صدر جمعیۃ العلمائے ہند (۳) حضرت مولانا احمد سعید صاحب سابق ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلمائے ہند (۴) مولانا حفظ الرحمن صاحب ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلمائے ہند (۵) مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی (۶) مولانا عبدالحنان صاحب (۷) مولانا عتیق الرحمان صاحب، علامہ (شبیر احمد) عثمانی کے دولت کدے پر تشریف لائے۔ علامہ عثمانی صاحب نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ ان حضرات سے ملے"۔ "دوران گفتگو مولانا حفظ الرحمان صاحب نے کہا الیاس صاحب ۔۔۔ رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی جماعت تحریک کو ابتداء حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا" ☆ عثمانی صاحب کہتے ہیں "دیکھیے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ ہمارے اور آپ کے مسلم پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپے ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ مولانا تھانوی کو رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ وہ روپیہ حکومت دیتی ہے مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ ان کو اس کا شبہ بھی نہ گزرتا تھا" ☆

"علامہ عثمانی نے اشارہ کرکے فرمایا کہ ان مولوی عتیق الرحمان صاحب سے پوچھئے کہ معاملات دارالعلوم کے سلسلے میں دیوبند کے بعض اشخاص نے ان کے سامنے نہایت قطعی الفاظ میں یہ نہیں کہا تھا کہ وائسرائے کے دفتر میں ہم نے اپنی آنکھوں سے وہ چٹھی دیکھ کر آئے ہیں جس کے ذریعے مولانا مدنی کو شبیر احمد عثمانی نے گرفتار کرایا ہے۔ (فلعنة الله علی

الکاذبین(۴۱)

اکابرین دیوبند کی اس گفتگو سے معلوم ہوا کہ انگریز حکومت کی طرف سے نہ صرف انہیں بلواسطہ وظیفہ ملتا تھا بلکہ وائسرائے ہند کے دفتر تک رسائی تھی اور خفیہ معلومات تک انہیں معلوم تھیں کی کون کس کو گرفتار کرا رہا ہے۔ خاص بات یہ ہے ان آٹھ اکابرین دیوبند نے مزکورہ بالا حقائق میں سے کسی ایک کی بھی تردید نہیں۔ کیا کسی دشمن کے دنیا میں ایسے تعلقات ہوتے ہیں؟

معروف دیوبندی عالم اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

''بعض مفسد پردازوں نے۔۔۔ حکومت میں یہ درخواست پیش کی کہ مولانا محمد قاسم صاحب نے دیوبند میں ایک مدرسہ گورنمنٹ کے مقابلے میں کھولا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ سرحد کے لوگوں سے تعلقات پیدا کیے جائیں تاکہ گورنمنٹ سے جہاد آسان ہوجائے یہ مدرسہ خفیہ طور پر طلبہ کو قواعد جنگ کی تعلیم دیتا ہے اور ہندوستان پر چڑھائی کرانے کے لیے کامل کو تیار کر رہا ہے۔ ہم حکومت کو خیرخواہانہ اطلاع دیتے ہیں کہ وہ بیدار رہے اور بھی ہر قسم کی سراغ رسانی اور تفتیش حالات کے لئے گورنمنٹ کو مدد دینے کے لئے تیار ہیں۔

حکومت کے یہاں تفتیش حالات کے لیے احکام جاری ہوئے اور تفتیش کے مراکز گنگوہ، نانوتہ، رامپور، جلال آباد قرار پائے اور ان کا صدر مقام دیوبند بنایا گیا۔ حکام نے دورے کئے اور حکام نے نانوتہ پہنچ کر حضرت نانوتوی کی زیارت کرنے کے لئے مسجد آنے کی اجازت چاہی۔ حضرت نے اجازت دی اور کہلوادیا کہ جوتہ نکال کر آئیں۔ حاکم آیا اور بیٹھا بلکہ نہایت ادب سے چپ چاپ حضرت کے سامنے کھڑا رہا۔ واپس ہوکر اس نے حکومت ہند کو رپورٹ کی کہ جو لوگ ایسی مقدس صورتوں پر نقض امن اور غدر وفساد کا الزام لگاتے ہیں وہ مفسد ہیں اور یہ محض چند مفسدوں کی شرارت ہے۔(۴۲)

انگریز حکومت جو رپورٹ پیش ہوئی اس سے ثابت ہوا کہ

(۱) مراکز گنگوہ، نانوتہ، رامپور، جلال آباد اور دیوبند انگریز حکومت کے خلاف نہیں۔

(۲) مدرسہ دیوبند حکومت کا مقابلہ کرنے کے لیے نہیں کھولا گیا۔

(۳) یہ مدرسہ خفیہ طور پر طلبہ کو قواعد جنگ کی تعلیم نہیں دیتا۔

(۴) سرحدی مسلمانوں کے ساتھ تعلقات قائم کرکے حکومت کے خلاف جہاد کے آثار نہیں۔

(۵) مولوی قاسم سمیت دیگر دیوبندی علما انگریز حکومت کی نظر میں مقدس لوگ ہیں۔

(۶) مذکورہ مراکز دیوبند پر حکومت کے خلاف نقض امن اور غدر وفساد کا الزام ثابت نہیں ہوتا۔

(۷) جو لوگ حکومت کے خلاف ہونے کے یہ الزامات علمائے دیوبند اور مراکز دیوبند پر لگاتے ہیں وہ خود مفسد ہیں۔

(۸) مذکورہ مراکز دیوبند سے انگریز حکومت کو نقض امن، غدر اور فساد کا کوئی خطرہ نہیں۔

ڈاکٹر صاحبہ اور نگران صاحب! کیا ان حقائق کے مطالعہ کے بعد بھی آپ کو اپنے مفروضے کی صداقت پر اب بھی اصرار رہوگا؟

خرد کا نام جنون پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد حوالہ جات کے ساتھ حقائق سے پردہ اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) انگریزوں نے جس طرح مولوی سید احمد بریلوی کی دعوت کی تھی، امام احمد رضا کی اس طرح کبھی دعوت نہیں کی۔

(۲) جس طرح انگریزوں نے مولوی سید احمد بریلوی کی مدد کی تھی، امام احمد رضا کی کبھی مدد نہیں کی۔

(۳) نہ امام احمد رضا نے مولوی اسمٰعیل دہلوی کی طرح انگریزوں سے متعلق یہ اظہار کیا۔ ''ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح کی آزادی ہے بلکہ ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں''

(۴) نہ امام احمد رضا کو انگریز کمشنر نے مولوی نذیر حسین کی طرح یہ پروانہ وفاداری عنایت کیا۔ ''مولوی نذیر حسین دہلی کے ایک بڑے مقتدر عالم ہیں جنھوں نے نازک

وقتوں اپنی وفاداری گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ثابت کی ہے"

(۴) نہ کبھی مولوی رشید احمد گنگوہی کی طرح انگریزوں کے اقتدار اعلیٰ کا اعتراف کرتے ہوئے اس قسم کے خود سپردانہ الفاظ کہے "میں حقیقت میں سرکار کا فرماں بردار رہا ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے"

(۵) نہ اپنے دارالعلوم منظر اسلام کا ندوۃ العلما کی طرح کسی انگریز سے سنگ بنیاد رکھوایا۔

(۶) نہ دارالعلوم کی طرح دارالعلوم منظر اسلام کے لیے کسی انگریز لفٹیننٹ گورنر نے اس رائے کا اظہار کیا "یہ مدرسہ خلاف نہیں بلکہ موافق سرکار، معاون سرکار ہے" (۴۳)

ماحصل:

یہ ماحصل صرف مقالے کی اڑھائی صفحات پر مشتمل فصل سے ماخوذ ہیں جو ڈاکٹر روبینہ صاحبہ کی محنت اور نگران محترم ڈاکٹر معین الدین عقیل صاحب کی رہنمائی کا نتیجہ ہیں۔

(۱) عنوان کا املا درست تحریر نہیں کیا گیا ہے۔

(۲) عنوان کی مناسب تحدید نہیں کی گئی۔

(۳) عنوان صرف تراجم سے مقید ہے مگر مقالے میں تفاسیر کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

(۴) فصل کا متن کئی اغلاط پر مشتمل ہے۔

(۵) فصل میں بنیادی مصادر سے استفادہ نہیں کیا گیا۔

(۶) درج شدہ اقتباسات اصل اقتباسات سے مطابقت نہیں رکھتے۔

(۷) فصل میں آیات کا املا درست نہیں۔

(۸) فصل میں آیات کا ترجمہ درست تحریر نہیں۔

(۹) آیات کے ترجمے میں الحاق کیا گیا ہے۔

(۱۰) مصادر کے محققین کے نام درست تحریر نہیں کیے گئے۔

(۱۱) فصل کے بعض مصادر کے نام درست تحریر نہیں کیے گئے۔

(۱۲) فصل سو فیصد اقتباسات پر مشتمل ہے۔

(۱۳) فصل میں تحقیقی تجزیہ صفر ہے۔

(۱۴) فصل پر تحقیق کی بجائے تالیف کا گمان ہوتا ہے۔

(۱۵) فصل میں کنزالایمان کے اسالیب کی نشان دہی صفر ہے۔

(۱۶) غیر مستند مصادر تحقیق سے استفادہ کیا گیا ہے۔

(۱۷) اسالیب پر تحقیق کو مرکوز کرنے بجائے غیر ضروری مواد کے اضافے سے مقالے کا حجم بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۱۹) بلا دلیل الزام لگانے کا شوق پورا کیا گیا۔

(۲۰) نگران کی مشاورت و رہنمائی کے نشانات معدوم ہیں۔

(۲۱) مقالے سے نہ اردو ادب کی خدمت ہو سکی اور نہ ہی فہم قرآن کی۔

ماخذ و مراجع:

(۱) رویینہ سرور ڈاکٹر، اردو تراجم القرآن کے اسالیب، ص ۲۶، ۲۷، مطبوعہ انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی

(۲) محولہ سابق ص ۱۲۸

(۳) محولہ سابق ص ۱۲۹

(۴) محولہ سابق ص ۱۵

(۵) محولہ سابق ص ۲۳۷

(۶) محولہ سابق ۱۱۷

(۷) ظفر الدین قادری مولانا، حیات اعلیٰ حضرت، ص ۹۹، مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور

(۸) رویینہ سرور ڈاکٹر، اردو تراجم القرآن کے اسالیب، ص ۱۱۷ مطبوعہ انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی

(۹) احمد رضا خاں امام، حدائق بخشش، مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف۔

(۱۰) احمد رضا بریلوی امام، فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۳ ص، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور

(۱۱) احمد رضا امام بریلوی، فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۳، ص ۲۶۲، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور

(۱۲) سابق ص احمد رضا امام بریلوی، فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، ص ۳۵۱، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور

(۱۳) احمد رضا امام بریلوی، فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۲ ص ۵۱۵، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور

(۱۴) رویینہ سرور ڈاکٹر، اردو تراجم القرآن کے اسالیب، ص ۱۲۸ مطبوعہ انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی

(۱۵) احمد رضا امام بریلوی، فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲، ص ۳۶۳، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور

(۱۶) محولہ سابق ص ۳۶۲

(۱۷) احمد رضا امام بریلوی، فتاویٰ رضویہ، جلد ۹ ص ۳۲۵، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور۔ م

(۱۸) محولہ سابق ص ۴۲۷

(۱۹) احمد رضا امام بریلوی، فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۲، ص ۳۸۲، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

(۲۰) محولہ سابق ۳۱۲ ص

(۲۱) محولہ سابق ص ۴۷۳

(۲۲) محولہ سابق ص ۴۷۶

(۲۳) محولہ سابق ص ۴۷۸ (۲۴) محولہ سابق ص ۴۸۳۔

(۲۵) احمد رضا امام بریلوی، فتاویٰ رضویہ جلد ۲۱ ص ۱۳، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور

(۲۶) احمد رضا امام بریلوی، فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ ص ۵۲۳، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور

(۲۷) رویینہ سرور ڈاکٹر، اردو تراجم القرآن کے اسالیب، ص ۱۳۰، مطبوعہ انجمن ترقی اردو، پاکستان کراچی

(۲۸) محمد برہان الحق مفتی جبل پوری، اکرام امام احمد رضا، ص ۱۱۵، مطبوعہ ادارہ مسعودیہ ناظم آباد کراچی

(۲۹) غلام یحییٰ انجم ڈاکٹر، امام احمد رضا کے افکار و نظریات کا ایک تقابلی مطالعہ، ص ۲۷۰ مطبوعہ کتاب محل لاہور

(۳۰) محولہ سابق، ص ۲۶۶۔

(۳۱) محمود احمد برکاتی، حکیم، شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان، ص ۵۹۔ مطبوعہ مجلس اشاعت اسلام

(۳۲) احمد رضا امام بریلوی، فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ ص ۳۹۹، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

(۳۳) رویینہ سرور ڈاکٹر، اردو تراجم القرآن کے اسالیب، ص ۱۲۹، مطبوعہ انجمن ترقی اردو، پاکستان کراچی

(۳۴) کوثر نیازی مولانا، ایک ہمہ جہت شخصیت، مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

(۳۵) اوشا سانیال ڈاکٹر، عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست (مولانا احمد رضا خاں اور ان کی تحریک) ص ۲۷
مترجم ڈاکٹر وارث مظہری، مطبوعہ کتاب محل لاہور

(۳۶) رویینہ سرور ڈاکٹر، اردو تراجم القرآن کے اسالیب، ص ۱۳۰، مطبوعہ انجمن ترقی اردو، پاکستان کراچی

(۳۷) کوثر نیازی مولانا، امام احمد رضا، ایک ہمہ جہت شخصیت، ص ۲۱ مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

(۳۸) یاسین اختر مصباحی، مولانا، انگریز نوازی کی حقیقت، ص ۱۵ مطبوعہ دار القلم، ذاکر نگر دہلی۔

(۳۹) یاسین اختر مصباحی، مولانا، انگریز نوازی کی حقیقت، ص ۱۵ مطبوعہ دار القلم، ذاکر نگر دہلی۔ بہ حوالہ
تحریک شیخ الہند۔

(۴۰) محمد سعید خاں مفتی، قیام دار العلوم دیوبند، ایک غلط فہمی کا ازالہ، ص ۳۵، ۳۶، مطبوعہ ندوۃ المصنفین، الندوۃ
ایجوکیشنل ٹرسٹ اسلام آباد۔

(۴۱) طاہر احمد القاسمی، رکن مجلس عاملہ آل انڈیا جمعیۃ العلمائے اسلام، مکالمۃ الصدرین ص ۶، ۸، ۱۱، چمن
بک ڈپو اردو دہلی۔

(۴۲) اشرف علی تھانوی مولانا، ارواح ثلاثہ ص ۳۱۲ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی

(۴۳) محمد مسعود احمد ڈاکٹر، گناہ بے گناہی ص ۶۱ تا ۶۸، مطبوعہ المجمع الاسلامی، مبارک